

۱۱۔ مشرح : میں پھر محبوب کا خط کھولنا چاہتا ہوں، ساتھ ہی آرزو ہے کہ جان نامے کی دلفریبی پر قربان کر دوں۔

۱۲۔ مشرح : ہوس کو پھر یہ طلب ہے کہ کوئی حسین لب بام جلوہ گر ہو اور سیاہ زلفیں اس نے چہرے پر بکھیر رکھی ہوں۔

۱۳۔ مشرح : پھر آرزو چاہتی ہے کہ سامنے کوئی نگار ہو، جس نے پلکوں کے خنجر سرے سے تیز کر رکھے ہوں۔

۱۴۔ مشرح : پھر نگاہ کسی نوبہارِ ناز کو ڈھونڈ رہی ہے، جس نے چہرہ شراب کے نشے سے گلستان کی طرح سرخ و رنگین بنا رکھا ہو۔

۱۵۔ مشرح : پھر دل میں یہ امنگ ہے کہ کسی کے دروازے پر پڑے رہیں، لیکن ظاہر ہے کہ دربان کے احسان کے نیچے سر دیے بغیر وہاں جگہ نہیں مل سکتی، لہذا یہ احسان بھی قبول کر لیں۔

۱۶۔ مشرح : جی پھر وہی فرصت چاہتا ہے کہ دن ہو یا رات، محبوب کا تصور کیسے بیٹھے رہیں۔

۱۷۔ مشرح : اے غالب ! ہمیں نہ چھوڑ کہ آنسوؤں کے جوش کا یہ عالم ہے، گویا ہم طوفانِ بپا کر دینے کی تیاری کیسے بیٹھے ہیں۔

نویدِ امن ہے بے دادِ دوست جاں کے لیے ۱۔ لغات:

نوید :

خوشخبری۔

مشرح :

محبوب کے

ظلم و جور نے

رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لیے

بلا سے گر مرثۂ یارِ تشنہٴ خوئے ہے

رکھوں کچھ اپنی ہی مرثگانِ خونِ فشاں کے لیے